خطبۂ صدارت

اجلاس چہارم سالانہ صوبہ تبلیغ کانفرنس

جمعیت تبلیغ الاسلام صوبجات متحدہ شہر آگرہ

منعقدہ

بتاریخ ۲۳-۲۴-۲۵ - نومبر ۱۹۲۸ء

بمقام خورجہ ضلع بلند شہر

زیر صدارت

عالیجناب حضرت مولانا مولوی حسین احمد صاحب مدظلہ مہاجر مدنی جانشین حضرت
شیخ الہند رح

حسب فرمائش جناب حاجی مولوی سید محمد عبد الحی صاحب ناظم تبلیغ

باہتمام منشی عبد العزیز خاں پرنٹر

عزیزی پریس آگرہ میں چھپا

کیا؟

ماہانہ تبلیغی خبریں معلوم کرنے کیلئے مخالفین اسلام کی کارروائیوں سے آگاہ ہونیکے لئے گستاخ اور بد تہذیب آریہ پرچارکوں کے اعتراضات کا جواب دینے کے لئے اسلام کی خوبیاں معلوم کرنیکے لئے اپنے مذہب میں اپنے بھائیوں، بچوں اور عزیزوں کو پختہ بنانے کیلئے آپسمیں مل جلکر رہنے کے طریقے معلوم کرنیکے لئے قلیل سرمایہ سے تجارت کرنیکے طریقے سیکھنے کے لئے۔

آپ ایک روپیہ آٹھ آنہ صرف نہیں کرسکتے؟

تو آپ یہ سب کچھ ماہانہ رسالہ

"تبلیغ"

سے معلوم کرسکتے ہیں۔ جو انبالہ شہر سے ہر انگریزی مہینہ کی ۱۵ تاریخ کو انبالہ شہر سے ۲۲×۱۸ کی تقطیع پر کتابی صورت میں شائع ہوتا ہے چندہ صرف عہ (ایک روپیہ آٹھ آنے) ہے آج ہی بنام "مینیجر رسالہ تبلیغ" انبالہ شہر روانہ فرماکر خریدار بن جائیے۔

"مینیجر رسالہ تبلیغ" انبالہ شہر

خطبہ صدارت

تبلیغ کانفرنس جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبہ متحدہ

منعقدہ خورجہ ۱۹۲۸ء

حضرت مولانا حسین احمد صاحب شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند

اَلحَمدُ لِلّٰہِ نَحمَدُہٗ وَنَستَعِینُہٗ وَنَستَغفِرُہٗ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیأٰت اعمالنا مَن یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد اَن سیدنا و مولانا محمدا عبدہٗ ورسولہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وصحبہ وسلم

اما بعد معزز حاضرین! حسب ارشاد نبوی علیہ الصلوۃ والسلام مَن لَم یَشکُرِ النَّاسَ لَم یَشکُرِ اللہَ سب سے پہلے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات کی اس قدر افزائی کا تہ دل سے شکریہ ادا کروں جو کہ مجھ جیسے نالائق ہیچمدان معمولی طالب علم کو عہدہ صدارت جیسی ذمہ داری سپرد کرنے کی صورت میں نمودار ہوئی ہے۔ واقعی بات یہ ہے کہ نہ میری شخصی حیثیت اس کی قابلیت رکھتی تھی اور نہ موجودہ زمانہ کی پیچیدگیاں اس کی اجازت دیتی تھیں کہ ایسے معمولی شخص کو یہ گراں اور بوجھل عہدہ تفویض کیا جائے سوائے اس کے کہ اسکو آپ حضرات کی ذرہ پروری اور کریمانہ عزت افزائی کی

عادتوں کا مظاہرہ کہا جائے اور کیا خیال کیا جا سکتا ہے - بہر حال میں آپ بزرگوں کے اس جلیل الشان انعام و احسان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے چند ضروری امور آپ کی خدمت میں پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

تبلیغ کی ضرورت معزز حاضرین۔ دنیا کے تمام عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ہر انسان کا اخلاقی اور انسانی فرض ہے کہ اگر کسی دوسرے انسان کو کسی سخت نقصان سے دوچار ہوتا ہوا دیکھے تو اُس کی مدد کرے اور حتی الوسع اُس کی دستگیری کرتا ہوا مصائب و آفات کے پنجہ سے نجات دلوائے - اسی بنا پر گڑھے اور کنوؤں میں گرنے والوں، درندوں اور زہریلے جانوروں کے شکار ہونے والوں، ظالم اور خونخوار حیوانوں کے پنجوں میں پھنسنے والوں، فاقہ اور افلاس و امراض میں مبتلا ہونے والوں، وغیرہ وغیرہ کی مدد ہر قوم اور ہر مذہب میں ضروری خیال کی جاتی ہے۔ جبکہ دنیاوی چند روزہ مصائب اور فنا ہونے والے جسم کی تکالیف سے بچانا انسانی فریضہ شمار کیا جاتا ہے تو اخروی دائمی مصائب اور ہمیشہ باقی رہنے والی روح کی تکالیف سے بچانا کیا اس سے بدرجہا بھی زائد لزوم والا فریضہ شمار نہیں کیا جائیگا - اس لئے ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کی اخروی زندگی اور روحانی امراض سے شفایابی کی طرف پوری توجہ کرے۔

دوسری وجہ جبکہ حسب تعلیمات اسلامیہ تمام افراد انسانی ایک ہی باپ اور ایک ہی ماں کی اولاد ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مقتضیات طبعیہ اور صورت و سیرت میں سب ایک دوسرے سے مشابہ ہیں اس لئے جس طرح اپنے حقیقی بھائی کے ہم پر حقوق ہیں اور اُنہیں کی بنا پر ہمارا طبعی اور عقلی فریضہ ہے کہ ہم اپنے بھائی کی ہر طرح ہمدردی اور مدد کریں - اسی طرح ہمارا طبعی اور عقلی فرض ہوگا کہ اپنے ہر بھائی انسان کی ہمدردی کریں اور اُس کو آخرت کے عذاب سے نجات دلانے کی،

اللہ تعالیٰ کی ذات اور اُس کی خوشنودی تک پہونچانے کی، نعیم ابدی اور روحانی زندگی کے حاصل کرانے کی، ہر ممکن کارروائی سے دریغ نہ کریں۔

تیسری وجہ اگر ہر ڈاکٹر ہر حکیم ہر ویدک کا فرض ہے کہ کسی مبتلائے امراض جسمانی کو دیکھکر اُس کا علاج کرے تو ہر حکیم روحانی کا فرض ہوگا کہ روحانی مریضوں کے علاج معالجہ میں کوتاہی نہ کرے۔ مگر جس طرح جسمانی امراض کے مراتب کی حیثیت سے جسمانی ڈاکٹروں اور حکیموں وغیرہ کے فرائض میں فرق مراتب ہوتا ہے اسی طرح روحانی امراض کے مراتب کی حیثیت سے روحانی حکیموں کے فرائض میں فرق ہوگا - جو روحانی امراض روحانی زندگی کو فنا کرنے میں ویسا ہی مرتبہ رکھتے ہیں جو کہ طاعون، ہیضہ، سل وغیرہ جسمانی امراض مہلکہ جسمانی زندگی کے فنا کرنے میں رکھتے ہیں اُن کے دفع کرنے میں اُن کا فریضہ نہایت ہی اکید اور شدید ہو جائے گا - اسی وجہ سے اسلام جو کہ حقیقی معنوں میں کامل اور مکمل مذہب ہے اس اعلیٰ درجہ کی عام ہمدردی کا بہت زور و شور سے مؤید ہے - فرمایا جاتا ہے :-

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

چاہیئے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت (ہمیشہ کیلئے) ہو جائے جو کہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتی رہے اور عمدہ باتوں کا لوگوں کو حکم کرے اور ناپسندیدہ باتوں سے منع کرے۔ اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

تم لوگ (امت محمدیہ) اُن تمام اُمتوں میں بہتر ہو جو کہ لوگوں میں پیدا کی گئی ہیں کیونکہ تم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو اور

برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس قسم کے احکام قرآن شریف میں متعدد مقامات میں ذکر فرمائے گئے ہیں۔ احادیث میں بھی اس پر نہایت پرزور الفاظ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ کہیں فرماتے ہیں:-

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ — تم میں سے کوئی مومن (کامل) نہیں ہوگا جبتک اپنے بھائی کے لئے ویسی ہی چیز دوست نہ رکھے جیسی اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

کہیں علامات ایمان بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ "آدمیوں سے صرف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے دوستی رکھے" یعنی یہ کہ وہ خدا کے مخلوق ہیں اور اُس کے پیارے۔ اسی عام ہمدردی کی بنا پر فرمایا جاتا ہے۔

خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَّنْفَعُ النَّاسَ — لوگوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو کہ سب لوگوں کو نفع پہونچائے۔

حسب ارشاد سابق جبکہ خیریت کا مدار لوگوں کو نفع پہونچانے پر ہوا تو جس قدر نفع عظیم الشان ہوگا خیریت بھی ویسی ہی عظیم الشان ہوگی۔ پس عذاب آخرت سے نجات دلانا۔ روحانی ابدی زندگانی حاصل کرانا۔ امراض روحانی کا دور کر دینا وغیرہ وغیرہ چونکہ نہایت اعلیٰ درجہ کے منافع ہیں جن کے برابر کوئی شخصی یا قومی مادی نفع نہیں ہو سکتا اس لئے جو شخص ایسے منافع کا متکفل ہوگا وہ سب ہی سے اعلیٰ اور افضل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام افراد انسانی میں اعلیٰ اور اکمل ہوتے ہیں۔ اُن کی نظر ہمیشہ عموم پر ہوتی ہے خصوص سے وہ بالاتر ہوا کرتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات وہ اپنی ذات اور اعزا و اقارب کو بھی طرح طرح کی تکالیف میں عام خلائق کے نفع کے لئے مبتلا کر دیتے ہیں اور پھر پرواہ تک نہیں

کرتے۔ اور جس طرح وہ عموم کے منافع کے درپے ہوا کرتے ہیں اسی طرح وہ کم نفع دینے والی چیزوں اور بے قدر امور کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتے۔ اُن کا نصب العین روحانی زندگی، روحانی شفا، اخلاقی تہذیب، آخرت کی بھلائیاں، خداوند عالم کا قرب اُس کی خوشنودی، قومی ترقیات وغیرہ وغیرہ اعلیٰ درجہ کے امور ہوتے ہیں۔ البتہ انبیاء علیہم السلام میں بھی عموم کے درجات متفاوت ہوتے ہیں۔ کوئی نبی فقط اپنی قوم کا مصلح اور طبیب ہوتا ہے کوئی اپنے تمام ملک کا ہمدرد اور رفاہ مر ہوتا ہے اور کوئی تمام عالم انسانی اور عام خلائق کا حکیم اور بہی خواہ بنایا جاتا ہے۔ جس پیغمبر میں یہ آخری درجہ عموم کا ہوگا اور جس کی نظر رافت و شفقت اس طرح عام نیفض رساں ہوگی بلا شک و شبہ وہ تمام پیغمبروں میں اعلیٰ اور سب کا خاتم ہوگا۔ اُس کے مرتبہ کو نہ کوئی پیغمبر پہونچ سکیگا اور نہ اُس کے حکم سے کسی کو روگردانی کی اجازت ہوگی۔ وہ تمام پیغمبروں میں ایسا عہدہ رکھتا ہوگا جیسا تمام ملازمان شاہی میں صدر اعظم کا عہدہ ہوتا ہے جو کہ تمام شاہی قلمرو پر اور تمام شعبہائے حکومت پر حکمراں ہوتا ہے۔ اسی لئے اُس کا زمانہ بھی تمام پیغمبروں کے زمانہ سے اُسی طرح آخر میں ہوگا جیسے کہ اپیل صدر اعظم کے دربار میں سب سے آخر میں ہوتی ہے اور اُس کے بعد اگر کوئی مرتبہ اپیل کا رہجاتا ہے تو فقط شاہنشاہ کی بارگاہ میں اپیل کا رہا کرتا ہے۔

عموم تبلیغ میں مسلمانوں کی خصوصیت

خلاصہ کلام یہ ہے کہ انسانی، طبعی، عقلی، شرعی، جملہ حیثیتوں سے ضروری ہے کہ عام خلائق کی بہبودی کا فکر کیا جائے اور پھر اُس بہبودی اور ہمدردی کو سب سے زیادہ پیش نظر رکھا جائے جو کہ نہایت گرانقدر ہو اور جس قدر ان دونوں امور میں اضافہ ہوگا اُسی قدر خیریت بڑھیگی اور اُسی قدر پروردگار عالم کے یہاں اُس کے لئے انعام اور اجر کا استحقاق ہوگا۔ اور یہ فریضہ مسلمانوں ہی

کا سب سے بڑا فریضہ ہے۔ کیونکہ جس طرح آخری گورنر اور وائسرائے کا حکم ماننا ضروری سمجھا جاتا ہے پہلے گورنروں اور قدیم وائسرایوں کا حکم آخری گورنر اور آخری وائسرائے کے زمانہ میں منسوخ ہوجاتا ہے اور اس آخری گورنر اور آخری وائسرائے کے حکم سے سرتابی کرنے والا امپایر (شہنشاہیت) کا باغی شمار کیا جاتا ہے اگرچہ وہ گذشتہ گورنروں کی تابعداری کا دم بھرتا ہو اسی طرح نبی آخرالزماں کے آنے کے بعد پہلے پیغمبروں کے تمام احکام منسوخ ہونگے اُس کے حکم سے سرتابی کرنے والا خداوندی باغی اور مجرم قرار دیا جائیگا۔ اگرچہ وہ دعویٰ کرتا ہو کہ میں خداوندی پُرانے پیغمبر کا تابعدار ہوں۔ لہٰذا مسلمان چونکہ اس پیغمبر آخرالزماں کے تابعدار ہیں اس لئے حقیقی اصلاح اور واقعی شفاء فقط اُن کے پاس ہے انکا فریضہ تمام اقوام سے بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے کہ وہ اقوام عالم اور تمام بنی نوع انسانی کی اصلاح اور شفاء میں سب سے زیادہ اُسی طرح کوشش کریں جس طرح اُس ڈاکٹر اور حکیم کا سب حکیموں سے قوی فریضہ ہوتا ہے جو کہ یقینی طور پر جانتا ہے کہ اس زمانہ میں موجودہ امراض میں صرف میری ہی دوا نفع دینے والی ہے دوسرے ڈاکٹروں اور حکیموں کی دوائیں ان امراض کے لئے شفاء بخش نہیں۔

مسلمانوں کے مستحق تبلیغ ہونے کی دوسری وجہ

علاوہ ازیں چونکہ مسلمانوں کے پیغمبر تمام روئے زمین کے بسنے والے اور عام اقوام کے لئے ریفارمر اور مُصلح بنائے گئے ہیں جیسا کہ فرمایا جاتا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (ہم نے تم کو صرف تمام آدمیوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے)۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (نہایت برکت والی ہے وہ ذات جس نے فرقان حمید کو اپنے خاص بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر

اس لئے اُتارا کہ تمام عالموں کے لئے (خدا کی پکڑ اور ناراضی سے) ڈرانے والے ہو جائیں)۔ اس لئے مسلمانوں کا فریضہ اصلی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نمائندگی اور قائم مقامی کر کے تمام اقوام عالم کو آنحضرت علیہ السلام کے دین اور شریعت سے آگاہ کریں اور اُن کے سامنے حقانیت اسلام کے آفتاب کو روشن کر دیں۔ اُن کو صحیح راستہ کی طرف بلائیں اور حقیقی شفاء اور دوا پر مطلع کریں۔

غیر مسلموں کو یہ حق تبلیغ نہیں

مگر دوسروں کو جن کے پیغمبر ایسے نہیں بوجوہ مذکورہ بالا یہ حق نہیں پہونچتا اسی لئے مسلمانوں کے آقائے نامدار علیہ السلام نے ارشاد فرمادیا۔

لِيُبَلِّغُ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ — جو لوگ میری مجلس میں موجود ہیں وہ غائب ہونے والوں کو میری تعلیمات پہونچادیں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً — میری طرف سے لوگوں کو (احکام اور شریعت حقہ) پہونچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو

تیسری جگہ فرماتے ہیں:۔

يَا عَلِيُّ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَكُوْنَ لَكَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا — اے علی (رضی اللہ عنہ) اگر تمہارے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایک مرد کو بھی ہدایت کر دے تو وہ تمہارے لئے تمام دنیا اور اُس کے خزانوں وغیرہ سے بہتر ہے

قرآن شریف میں فرماتے ہیں :۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ — اللہ تعالیٰ وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے پیغمبر کو سچا دین اور ہدایت دے کر

وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ — اس لئے بھیجا کہ وہ تمام دینوں پر اس کو غالب کر دے اگرچہ کافر اس کو پسند نہ کریں

یہی وہ خرابیاں تھے جنہوں نے مسلمانوں کو بےچین کر دیا تھا اور جس کی وجہ سے اُن کو نیند اور آرام حرام ہو گیا تھا اُن کو اپنے پیارے اوطان میں ٹھہرنا اور اپنی زندگانی کی خدمتیں کرنی وبال جان ہو گئیں تھیں۔ اسی عام خیر خواہی نے اُن کو اہل وعیال زن وفرزند عزیز واقارب تن من دھن سب سے جدا کر دیا۔ اسی حقیقی اصلاح کے وجوب نے اُن کو مجبور کر دیا کہ وہ اطراف عالم میں سچی روشنی کی شعلیں لیکر پھیل پڑیں اور کوئی قوت خواہ کتنی ہی عظیم الشان کیوں نہ ہو اگر مانع آئے تو اُس سے ٹکر کھا جائیں۔ تبلیغ سے منع کرنے والے، لوگوں کی اصلی مداواۃ اور حقیقی شفا سے روکنے والے۔ خدا کی عام مخلوق کو گمراہی میں پڑے رکھنے کی کوشش کرنے والے یا تو اپنے اعمال قبیحہ سے باز آجائیں ورنہ بھر قوت کا قوت سے مقابلہ کرنا ضروری ہوگا۔

معزز حضرات! جس وقت مسلمان اپنی اس سچی روشنی کو لیکر نکلے ہیں اُن کے پاس مکمل فوجیں نہ تھیں۔ مکمل ہتھیار نہ تھے، مکمل خزانے نہ تھے، اُن کے پاس کوئی ظاہری قوت ایسی نہ تھی، جو کہ قیصر اور کسریٰ اور مقوقس کا انفرادی طور پر بھی مقابلہ کر سکتی چہ جائیکہ اجتماعی طور پر کرتی۔ مگر چونکہ دنیا مطلوب نہ تھی۔ حکومت کی ہوس نہ تھی۔ خزانوں کا لالچ نہ تھا۔ اقوام عالم کی تجارت اور دستکاری کی خواہش نہ تھی۔ جوع الارض کی بیماری نہ تھی۔ اقوام عالم کو غلام بنانے کی آرزو نہ تھی۔ فقط حقیقی اصلاح اور خوشنودی پروردگار کی آگ اُن کے سینوں میں بھڑک رہی تھی جس کے لئے تقویٰ اور زہد نے دھونکنی کا کام دے رکھا تھا اس لئے جو بھی اُن کے سامنے آیا خواہ پہاڑ ہی کیوں نہ تھا پاش پاش ہو گیا۔ اُس کی ہستی مٹ گئی اور خدا کی سچی روشنی اطراف عالم میں پھیل گئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات سے تیس ہی برس کے عرصہ میں بحر اٹلانٹک

کے کنارے سے ہمالیہ کی چوٹیوں تک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ڈنکا بجنے لگا۔ افریقہ کے صحرائے اعظم سے لیکر کاکیشا اور ارال کے دامنوں تک اسلامی جھنڈا لہرانے لگا۔

اگرچہ ایک ماہر ڈاکٹر اور حاذق حکیم کا فرض یہ بھی ہے کہ اگر نادان مریض اپنے مرض پر اصرار کرے اور دوا کے استعمال سے جان چرائے یا عناداً اُس کو استعمال نہ کرے تو وہ اُس کو جبراً اُسی طرح دوا پلا دے جس طرح ماں باپ بچے کو ہاتھ پیر پکڑ کر منھ کھول کر دوا پلا دیتے ہیں اور اس بنا پر وہ مستحق ملامت نہیں قرار دئے جاتے بلکہ ہر طرح قابل ستائش قرار دئے جاتے ہیں ملامت صرف ایسے ہی مریضوں پر عاید ہوتی ہے۔ اور جس طرح حاذق جراح کا فرض ہے کہ وہ دُنبل میں نشتر لگا کر مادہ فاسد نکال دے اگرچہ مریض چیختا چلاتا رہے۔ اسی طرح اگر اسلام جبراً لوگوں کو اپنا حلقہ بگوش بناتا اور اُن کی روحانی اور جسمانی۔ انفرادی اور اجتماعی اصلاحات اپنے قوانین تریاقیہ سے کرتا تو ہرگز مستحق ملامت نہ ہوتا مگر اُس نے آزادی خیالات اور انسانی اختیارات پر پانی نہیں پھیرا اور جبر وتعدی اکراہ اور بے اختیاری کی اجازت نہیں دی اُس نے صاف الفاظ میں اعلان کر دیا۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاۗءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاۗءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا (سورہ کہف پارہ ۱۵ ع)

کہدو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) حق بات تمہارے پروردگار کی طرف سے (ظاہر ہو چکی) ہے اب جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے ہم نے ظالموں کے واسطے عذاب تیار کر رکھا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا گیا:-

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ — دین میں کوئی اکراہ اور جبر نہیں۔ ہدایت

الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی الآیۃ

(سورہ بقر پارہ ۳)

گمراہی سے کھل گئی اور ظاہر ہوگئی۔ اب جو شخص بتوں کو چھوڑے گا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیگا اُس نے نہایت مضبوط ذریعہ حاصل کرلیا الخ

تیسری جگہ فرماتے ہیں۔

افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین ط

(انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا تم لوگوں پر اکراہ کروگے تاکہ مومن بنجائیں۔

چوتھی جگہ فرماتے ہیں:۔

انما انت مذکر لست علیہم بمصیطر ط

تم (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) فقط لوگوں کو صرف یاد دلانے والے اور سمجھانیوالے ہو۔ تم اُن پر گماشتہ اور جبر کرنے والے نہیں ہو۔

خلاصہ یہ کہ ایمان اور اسلام کے لئے جبر و اکراہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اگرچہ یہ حکم دینا بھی قرین قیاس تھا۔ ہاں جو لوگ فریضہ تبلیغ اور اصلاح حقیقی سے مانع ہوئے یا مانع ہونے کی تیاری کرنے لگے اُن کے سامنے آنا اور مقابلہ کرنا ناگزیر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جن خطوط کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہان عجم کے پاس بھیجا اور اُن کو اسلام کی طرف بلایا تھا کسی میں تلوار اور لڑائی کی دھمکی نہیں دی گئی۔ اور یہی وجہ تھی کہ جزیہ کی مشروعیت غیر مسلموں کے لئے قرار دی گئی۔ اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلتا جیساکہ پادری یا آریہ اپنے پروپگنڈوں میں اسلام سے نفرت پھیلانے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ تو آج صنعاء اور یمن میں ہزاروں کی مقدار میں یہودی نظر نہ آتے۔ اسی طرح عراق (ماسوپوٹامیا) شام (سیریہ) فلسطین، مصر وغیرہ میں لاکھوں کی مقدار میں

غیر مسلم جوکہ پشتہا پشت سے وہاں بستے ہوئے چلے آتے ہیں پائے نہ جاتے۔ خود ہندوستان کے اُن مقامات پر غور کیجئے جوکہ صدیوں مسلمانوں کی قوتوں کے جولانگاہ رہے ہیں غیر مسلموں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ضلع دہلی میں جوکہ پایہ تخت شاہان اسلام رہا ہے اور جہاں فوجی قوتوں کا ہر قسم کا مکمل مظاہرہ رہتا تھا فیصدی سولہ مسلمان اور باقی غیر مسلم ہیں۔ صوبہ یوپی جوکہ تقریباً ایک ہزار برس مسلمانوں کے قبضہ میں رہا ہے فیصدی پندرہ تقریباً مسلمان ہیں۔ بہار جوکہ بختیار خلجی کے زمانہ سے ہیسٹنگز کے زمانہ تک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا فیصدی دس مسلمان ہیں۔ اگر جبر و اکراہ سے مسلمان کیا جاتا تو جبکہ مسلمانوں کی فوجی قوتیں انتہائی عروج پر تھیں کونسی قوت اُن کو جبر مسلمان بنانے سے روک سکتی تھی۔ ہاں عیسائیت اپنی سیاہ تاریخ اُٹھاکر دیکھے کہ اُس نے یہودی مذہب کو یورپ کے ممالک سے کس طرح فنا کیا۔ اور پھر اسپین۔ سسلی۔ مالٹہ۔ یونان۔ کریٹ۔ بلگیریا وغیرہ میں مسلمانوں کے ساتھ کیا کر رہی ہے۔ آرین قومیں اپنے گذشتہ کارناموں پر غور کریں کہ اُنہوں نے ہندوستان کے اصلی باشندوں بھیل، گونڈ، کولی، چمار، وغیرہ اچھوت قوموں کے ساتھ کیا معاملات کئے اور ابتک کیا کر رہے ہیں۔

چین میں آج سات کروڑ سے لیکر دس کروڑ تک مسلمانوں کی مردم شماری بتائی جاتی ہے وہاں کس روز مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی تھی۔ جزائر سماٹرا جاوا وغیرہ میں پانچ کروڑ سے زیادہ مسلمانوں کی مردم شماری مذکور ہے وہاں کونسا عالمگیر یا تیمورلنگ یا محمود غزنوی حملہ آور ہوا تھا۔ ابتدائے اسلام میں جن لوگوں نے تلوار اُٹھائی تھی اُن کو کس تلوار نے مسلمان کیا تھا۔ یہ سب محض غلط اتہامات ہیں جوکہ دشمنوں نے اسلام کے بدنام کرنے کے لئے اُٹھائے ہیں۔ ہمیشہ پادشاہان اسلام اس کے خلاف احکام جاری کرتے رہے۔ اور رواداری اور بے تعصبی کا ثبوت دینے میں اُنہوں

آپ کی کوششیں بارآور ہونگی مگر یہ اسلام کی حقانیت اور اُس کی آسمانی طاقت ہی تھی جس سے قلوب کا مسخر ہونا شروع ہوگیا اور جوق جوق لوگ قرب وجوار اور دور دراز ملکوں سے آآکر حلقہ بگوش اسلام کے ہوتے گئے۔ تیرہ برس اسلام مکہ معظمہ کے جوکہ نان وائلنس (عدم تشدد) میں گذرے کئی سو آدمیوں کو اسلام کے دلدادہ بنا چکے تھے حالانکہ اس مدت میں مخالفین اسلام نے انتہائی مظالم اسلام اور مسلمانوں پر ڈھار کھے تھے۔ پھر مدینہ منورہ پہونچنے اور امن وسلامتی حاصل ہونے کے بعد تو ترقی کی کوئی انتہا ہی نہیں رہی۔ اہل مدینہ جنھوں نے آخری دم تک انتہائی سرفروشی کا ثبوت دیا ہے خود بخود اسلام کی حقانیت معلوم کرکے اسلام کے پروانہ بنے اور دوسروں کو بناتے رہے باوجودیکہ ابتدا میں لڑائی قریش اور اُن کے حامیوں سے اُن کے مظالم کی بنا پر رہا کی مگر دور دراز کے قبایل سے خود بخود لوگ آتے اور مسلمان ہوتے جاتے تھے۔ وفد عبدالقیس کا بحرین سے آنا؛ ثمامہ بن اُثال حنفی کا اسلام لانا، ابوموسیٰ اشعری اور اُن کی جماعت کا خود بخود یمن سے کشتیوں میں سفر کرنا، ابوذر غفاری اور اُن کے بھائی رضی اللہ عنہم کا اپنے تمام کاروبار کو تجتے ہوئے خدمت اقدس میں پہونچنا، وائل بن حجر حضرمی کندی کا حضرموت سے قصد کرنا وغیرہ وغیرہ اتنے واقعات ہیں کہ خود اُن کی تفصیلات بہت زیادہ طول کی محتاج ہیں۔ اہل مکہ معظمہ جنھوں نے انتہائے مظالم کے پہاڑوں کا سلسلہ تقریباً بیس برس تک برابر جاری رکھا تھا اور وہ وہ بیدردی اور جفا کاری ظاہر کی تھی جو کہ وہم وگمان سے باہر تھی مگر اسلام نے اُن پر فتحمندی حاصل کرنے کے بعد سب کو چھوڑ دیا نہ قتل کیا اور نہ اسیر کیا اور نہ اسلام کے قبول کرنے پر مجبور کیا مگر یہی احسانِ گراں ایک ایسی فتح کرنے والی تیز تلوار کے قایم مقام تھا کہ اُس نے سب کی گردنیں اسلام کی حقانیت کے سامنے جھکادیں۔ وہ سب کے سب خود مسلمان ہوئے اور اس خوش معاملگی اور عفو وکرم

کو دیکھکر تمام عرب کے قبیلوں کو اسلام کی سچائی کا زوردار یقین ہوگیا۔ فوجوں کی فوجیں ۹ھ میں خود بخود حاضر ہوکر مسلمان ہوئیں اور اسی طرح اسلام روز افزوں ترقی کرتا رہا۔ تواریخ فتوح شام اور فتوح عراق اور مصر وغیرہ کے مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ کس طرح رومیوں اور مصریوں اور پارسیوں کے بڑے بڑے سردار خود بخود اسلام کے گرویدہ ہوتے رہے ہیں۔ اور کس زور وشور سے عجمی اور رومی قوموں اور ایشیائی اور افریقی باشندوں نے اسلام کو برضا ورغبت قبول کیا ہے۔ ۱۰۰ھ ہجری کا زمانہ ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا آفتاب تمام عالم کو جگمگائے ہوئے ہے امن وامان کا چاروں طرف اس طرح ڈنکا بج رہا ہے کہ حقیقی معنوں میں شیر اور بکری ایک گھاٹ سے پانی پی رہے ہیں اُس وقت میں گورنر خلافت عدی بن ارطاۃ کا عریضہ آتا ہے اور وہ لوگوں کے بکثرت اسلام میں داخل ہونے سے گھبراکر الفاظ ذیل لکھتا ہے:۔

"لوگ اسلام میں بہت زیادہ داخل ہوتے جاتے ہیں مجھکو خوف ہے کہ آمدنی (خراج) میں کمی نہ پڑجائے"

خلیفۂ وقت جواباً فرماتے ہیں "میں نے تمہارا خط سمجھا خدا کی قسم میری تمنا تو یہ ہے کہ تمام آدمی مسلمان ہوجائیں اور یہ نوبت پیش آجائے کہ آمدنی کی قلت کی وجہ سے تم اور میں کھیتی کرکے اپنے ہاتھوں سے پیدا کئے ہوئے غلہ کو کھائیں"

اُسی زمانہ میں خراسان میں بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا وہاں بھی لوگ اسلام میں بہت کثرت سے داخل ہوتے جارہے تھے اور چونکہ حکم یہ تھا کہ جو لوگ مسلمان ہوجائیں اُن سے جزیہ (انکم ٹیکس) اُٹھادیا جائے کیونکہ یہ فوجی خدمتوں کے عوض میں غیر مسلموں سے لیا جاتا تھا اور وہ ان عسکری خدمات سے بالکل آزاد رکھے جاتے تھے اس لئے گورنر خراسان (جرّاح) کو بعض لوگوں نے بھڑکایا کہ یہ لوگ

محض جزیہ (انکم ٹیکس) سے بچنے کے لئے مسلمان ہوتے ہیں۔ اسلام درحقیقت ان کے قلوب میں جاگزیں نہیں ہوا۔ ان لوگوں کے اسلام قبول کرنے سے خزانہ کی آمدنی بہت گھٹ گئی ہے۔ جبتک یہ ختنہ نہ کرائیں انکا اسلام قبول نہ کیا جائے۔ گورنر مذکور نے اس کو پسند کیا اور حکم نافذ کر دیا کہ جبتک کوئی نومسلم ختنہ نہ کرائے گا اُس کا اسلام قبول نہ ہوگا۔ اور پھر خلیفہ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اطلاع دی وہ بہت خفا ہوئے اور یہ لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بُلانے کے لئے بھیجا تھا ختنہ کرنے کے لئے نہیں بھیجا تھا فوراً اس حکم کو منسوخ کرو۔ اور پھر اس گورنر کو معزول کر دیا۔

سنہ ۱۰۱ھ میں افریقہ کے گورنر (یزید بن ابی مسلم) نے جب دیکھا کہ عام باشندگان افریقہ اسلام میں داخل ہوتے ہوئے دیہاتوں کو چھوڑکر شہری آبادی میں داخل ہوتے جاتے ہیں جزیہ کی مقدار آمدنی کی حیثیت سے کم ہوتی جارہی ہے تو اُس نے حکم کر دیا کہ یہ تمام دیہاتی نومسلم اپنے اپنے دیہاتوں کو واپس کر دیئے جائیں اور جو مقدار جزیہ کی اُن پر پہلے سے تھی بحال رہے۔ اس حکم کی بنا پر لوگوں میں سخت اضطراب پیدا ہوگیا۔ لوگوں نے بغاوت کرکے گورنر کو قتل کر دیا۔ اور خلیفہ وقت یزید بن عبدالملک کو مضمون ذیل کی عرضی لکھی "ہم نے آپکی تابعداری سے روگردانی نہیں کی۔ چونکہ گورنر حال نے خدا اور اسلام کے ناراض کرنے والے مظالم کو جاری کیا تھا اس لئے ہم نے اُس کو قتل کر دیا اور پہلے (قدیم) گورنر معزول کو اُس کی جگہ قائم مقام کر دیا"۔ خلیفہ نے اُنکے عمل کو اُسی طرح باقی رکھا۔ اور یہ لکھ دیا کہ "میں گورنر سابق (مقتول) کے اُن اعمال سے جو کہ خلاف خدا اور اسلام تھے راضی نہیں ہوں"۔

سنہ ۱۱۰ھ میں خراسان کے گورنر اشرس نے سنٹرل ایشیا کے حصہ ماوراءالنہر (جیحون کا شمالی حصہ) میں دعوت اسلام اور تبلیغ کے لئے علامہ صالح بن طریف اور

علامہ ربیع بن عمران کو مقرر کیا۔ اُنہوں نے شرط لگائی کہ نومسلموں سے انکم ٹیکس (جزیہ) نہ لیا جاوے۔ کیونکہ یہی حکم شرعی تھا۔ گورنر مذکور نے اسکو قبول کر لیا۔ جب ان دونوں اماموں نے لوگوں کو اسلام کی تبلیغ پوری جدوجہد سے کرنی شروع کی تو قوموں کی قومیں اور قبیلوں کے قبیلے سمرقند اور اُس کے اطراف وجوانب میں مسلمان ہونے لگے۔ اسلام کا نہایت زور وشور سے شیوع ہوا یہانتک کہ خزانہ کے واردات میں بہت زیادہ کمی واقع ہونے لگی۔ سمرقند کے دفتر دار نے گورنر مذکور (اشرس) کو اطلاع دی مسلمان بہت زیادہ ہوتے جاتے ہیں اس لئے خزانہ کی آمدنی بہت کم ہوگئی۔ گورنر مذکور نے لکھا کہ "لوگوں کا بہت زیادہ مسلمان ہونا اسلامی رغبت کی بنا پر نہیں ہے بلکہ فقط جزیہ کی وجہ سے ہے اس لئے تم جزیہ فقط اُن لوگوں سے معاف کرو جنکی ختنہ ہوئی ہو۔ نماز پڑھتے ہوں۔ قرآن میں سے کم سے کم ایک سورۃ کے حافظ ہوں"۔ پھر اس کے بعد سمرقند کے حکام نے گورنر خراسان اشرس مذکور کو لکھا کہ نومسلموں نے مسجدیں بنالی ہیں اور وہ بکثرت پائے جارہے ہیں ہم اُن کے ساتھ کیا معاملہ کریں۔ گورنر مذکور نے حکم دیا کہ جن سے پہلے جزیہ لیا جاتا تھا اب پھر لینے لگو۔ اس بنا پر باوجود مخالفت حکم شریعت نومسلموں سے پھر جزیہ وصول کیا جانے لگا۔ اس لئے نہایت زیادہ شوروشغب ہوا سات ہزار نومسلموں نے جزیہ دینے سے انکار کر دیا اور بغاوت شروع ہوگئی آخرکار اشرس معزول کیا گیا اور نصر بن سیار اُس کی جگہ مقرر ہوا اور جب حکم سابق منسوخ کیا گیا تب سکون پیدا ہوا۔ خلاصہ یہ کہ مبلغین اسلام کی انفرادی اور کبھی اجتماعی کوششوں کی روزافزوں ترقی سے اسلام سنٹرل ایشیا میں پھیلتا رہا۔ اسی عرصہ میں (شبق قراخاں) معہ اپنی جماعت کے مسلمان ہوا۔ اور اُس نے بلاساغون، قراقورم، فاراب، اسبیجاب، طراز وغیرہ میں اسلامی حکومت کی بنا ڈالی۔ اس دولت کا نام خانیہ رکھا گیا۔ اور ان لوگوں کے مبلغین کی کوششوں سے بڑی دور تک ترکستانی قبایل جوق جوق اسلام میں داخل ہوتے گئے۔ یہانتک کہ

۳۴۹ھ میں اوغوز قبیلہ کا ایک سردار سلجوق دو لاکھ ترکی خاندان لیکر مسلمان ہوا اور ترکستان کے وسط سے ہجرت کر کے بخارا کے علاقہ جند میں آکر سکونت گزین ہوا اور پھر آہستہ آہستہ ترقی کر کے اسی خاندان کے معزز افراد نے ایشیا کی کوچک میں پہونچکر دولت سلجوقیہ کی بنیاد ڈالی جو کہ شروع ایام دولت عثمانیہ تک ان اطراف میں حکمراں رہی ۴۲۳ھ تک انتہائی ترکستان یعنی آخری حدود تک اسلام پہونچ گیا اور قبیلہ بلغار جو کہ آخری حدود کا رہنے والا تھا وہ بھی سب کا سب مسلمان ہو گیا۔ ۴۳۵ھ میں قبیلہ تتار میں سے بھی تقریباً یکبارگی دس ہزار خاندان مسلمان ہو گئے۔ خلاصہ یہ کہ وہ اقوام ترکیہ جنگی بہادری کا اب بھی روئے زمین پر ڈنکا ہے اور جن کے برابر زمانہ قدیم میں کوئی قوم بہادر نہیں شمار کی جاتی تھی محض اسلام کی حقانیت کی وجہ سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی مقدار میں برابر مسلمان ہوتی گئیں۔ جن کو کوئی تلوار اور کوئی قوت ڈرا نہیں سکتی تھی۔ ۶۰۰ھ کے آخر میں فقط چنگیز خاں کے تاتاری قبایل ترکستان کے آخر میں باقی رہ گئے تھے جن سے ظالمانہ برتاؤ کرنے کی بنا پر محمد بن خوارزم شاہ نے عالم اسلامی پر وہ وہ مصائب کے پہاڑ ڈھوائے ہیں جن کی روئے زمین پر نظیر نہیں ہے۔ تواریخ کے اوراق ان مظالم سے سیاہ ہیں۔ یہی چھوٹی سی مقدار کافر تاتاریوں کی بے انصافی اور تشدد کی بنا پر جب بگڑ گئی تو مسلمانوں کو نہایت تاریک اور سیاہ روز دیکھنا پڑا۔ مگر باوجود ہر طرح کی قوت اور ظلم و تعدی کے ہلاکو خاں کے بعد ساتویں صدی ہجری کے اواخر اور آٹھویں کی ابتدا میں اُس کی تمام قوم اور تمام اولاد اور فوجیں جو کہ حدود چین سے لیکر شام و عراق تک اور شمالی روس سے لیکر وسط ایران تک قابض تھیں جن کی قوت کا مقابلہ اُس زمانہ میں کوئی حکومت نہیں کر سکتی تھی اور جنہوں نے خلافت عباسیہ اور دوسری مسلمان حکومتوں کا کایا پلٹ دیا تھا۔ سب کے سب مسلمان علماء اور مبلغین کی مساعی اور اسلام کی حقانیت کی بنا پر مسلمان ہو گئے اور تمام وسط ایشیا

پھر صرف مسلمانوں کا ملک ہو گیا۔ یہاں کونسی لوہے کی تلوار تھی جس نے ان اقوام کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا تھا۔

معزز حضرات! جس طرح اسلام وسط ایشیا وغیرہ میں اپنی حقانیت اور علماء و صلحاء کی مساعی کی بناء پر پھیلا اسی طرح ہندوستان میں بھی اسی قسم کی مساعی اور اپنی سچائی کی بناء پر مقبول عام ہوا۔

۳۹۵ھ میں سید اسمٰعیل لاہوری بخارا سے تشریف لائے آپ علوم ظاہری اور باطنی علم فقہ و تفسیر وغیرہ میں امام وقت تھے، سب سے پہلے اسلامی واعظین میں سے آپ یہاں آئے ہیں آپ کی مجلس وعظ میں ہزاروں آدمی آتے اور فیضیاب ہوتے تھے۔ آپکا بیان اس قدر مؤثر ہوتا تھا کہ ہر روز سیکڑوں آدمی مشرف بہ اسلام ہوتے تھے۔ جب یہ پہلے پہل لاہور میں تشریف لائے ہیں اور پہلے جمعہ کو آپ نے منبر پر بیان کیا ہے تو دو سو پچاس آدمی مشرف باسلام ہوئے دوسرے جمعہ کو پانچ سو پچاس آدمی مشرف باسلام ہوئے تیسرے جمعہ کو ایک ہزار کفار و مشرکین زمرہ اہل توحید میں داخل ہوئے۔ اسی طرح آپکے ذریعہ سے نہایت کثرت سے لوگ داخل اسلام ہوتے رہے۔ آپکی وفات ۴۴۵ھ میں لاہور میں واقع ہوئی۔

(از کتاب تاریخ الاولیاء جلد اول ص۳۲۳)

اسی طرح حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حاجی ہود چشتی، شیخ علی راوتی وغیرہ قدس اللہ سرہم العزیز اور اُن کے خلفاء کے ذریعہ سے لاکھوں بلکہ کروڑوں آدمی مشرف باسلام ہوئے۔ کتاب دعوت اسلام میں فقط حضرت خواجہ اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز کے ذریعہ سے ۹۰ لاکھ مسلمان ہونے والوں کی تعداد ذکر کی گئی ہے۔ میں اگر ان اولیاء اللہ اور علماء کرام کے کارنامے جن کے ذریعہ سے ہندوستان میں اسلام پھیلا ہے ذکر کروں تو نہایت طول ہو جائیگا۔ اس لئے بطور نمونہ مشتے از خروارے

آپکے سامنے یہ مختصر بیان پیش کر کے عرض کرتا ہوں کہ اسلاف کریم کی اجتماعی اور انفرادی کوششوں اور جدوجہد کی بنا پر اور اسلام کی سچائی اور حقانیت کی وجہ سے نہ صرف ایک دو یا ہزار دو ہزار یا لاکھ دو لاکھ بلکہ کروڑوں بندگان خدا نے مذہب جیسی پیاری چیز کو اور وہ بھی ملک ہند میں جو کہ قدیم سے مذہبی ملک ہے چھوڑ دیا اور اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ حاشا وکلا کبھی کسی بادشاہ نے نہ تلوار سے کسی کو مسلمان کیا تھا اور نہ اسلام اس کی تعلیم کرتا ہے۔ ہاں بیشک اسلام کی حقانیت کی تلوار نے لوگوں کی گردنیں حق کے سامنے جھکا دیں تھیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے گورنروں اور برٹش حکام اور دیگر اوریوں نے اپنی حکومت کے لئے یہ پالیسی اختیار کی ہے کہ افترا پردازی سے ہندوستانی اقوام میں نفاق ڈالنے اور اس طرح اسلام سے بدظن کرنے کے لئے یہ نشر و اشاعت کیجاتی ہے کہ اسلام بزور لوگوں کو تبدیل مذہب پر مجبور کرتا ہے۔ اور تمام ملکوں میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً اسی طرح لوگوں کو اُس نے مسلمان بنایا ہے۔ کپتان الگزنڈر ہملٹن کے سفر نامہ کو ملاحظہ کیجئے وہ کس طرح مذہبی آزادی تمام ہندوستان اور خصوصاً سندھ اور سورت وغیرہ میں دکھلا رہا ہے اور ہندوؤں کی آزادی کی خصوصاً اور دوسرے مذاہب کی عموماً باوجود حکومت کے مسلمان ہونے کے زمانہ اورنگ زیب میں تعجب خیز الفاظ میں تعریف کر رہا ہے۔

میرے محترم بزرگو۔ ایک یہ زمانہ تھا کہ آپکے بزرگوں نے اسلام کو روئے زمین پر پھیلایا اور حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً صرف ۴ لاکھ مسلمان چھوڑ کر تشریف لیجاتے ہیں مگر اسلاف کرام کی کوششوں سے آج اسلام کے نام لیوا چالیس کروڑ سے زیادہ پائے جاتے ہیں۔ مگر ایک عرصہ سے اب ہوا کا رُخ پلٹ گیا ہے وہ اسلام جو کہ سمندر کی اُبلتی موجوں کی طرح روز افزوں ترقی کر رہا تھا اُس کی رفتار ایک عرصہ سے اس قدر دھیمی پڑ گئی کہ گویا کہ وہ بحر الکاہل کا ایک حصہ ہے ملاحظہ کیجئے کہ اس

آخری دور میں مسلمانوں کی مردم شماری کی ترقی حسب ذیل ہے۔

سنہ ۱۹۰۱ء ۶،۲۴،۵۸،۰۷۷ کروڑ

سنہ ۱۹۱۱ء ۶،۶۶،۴۷،۲۹۹ کروڑ

سنہ ۱۹۲۱ء ۶،۸۷،۳۵،۲۲۳ کروڑ

یعنی سنہ ۱۹۰۱ء اور سنہ ۱۹۱۱ء کے درمیان انہوں نے فیصدی ۶.۷ کی ترقی کی جو کہ پہلے سالوں کی ترقی سے کم تھی اور سنہ ۱۹۱۱ء اور سنہ ۱۹۲۱ء کے درمیان میں صرف ۳.۱ فیصدی کی نسبت سے ترقی کی۔

ہندوستانی دوسرے مذاہب کی ترقی سے اگر اسلام کی ترقی کا مقابلہ کیا جاتا ہے تو نہایت ہی افسوسناک حالت معلوم ہوتی ہے۔ عیسائی مذہب کے اعداد و شمار ملاحظہ ہوں۔

سنہ ۱۸۸۱ء ۱۵ لاکھ

سنہ ۱۹۰۱ء ۲۹ لاکھ

سنہ ۱۹۱۱ء ۳۸ لاکھ

سنہ ۱۹۲۱ء ۴۷،۵۴،۰۶۴ لاکھ

انہوں نے سنہ ۱۹۰۱ء اور سنہ ۱۹۱۱ء کے درمیان میں فی صدی ۳۲.۶ ترقی کی اور سنہ ۱۹۱۱ء اور سنہ ۱۹۲۱ء کے درمیان میں ۲۲.۷ کی ترقی کی۔ جو کہ مسلمانوں کی ترقی کے مقابلہ میں سنہ ۱۹۱۱ء میں پانچ گنے سے زیادہ اور سنہ ۱۹۲۱ء میں سات گنے سے زیادہ ہے۔ اور پھر آریہ سماج کی ترقی کو اگر دیکھا جائے تو نہایت ہی تعجب خیز حالت پیدا ہوتی ہے ملاحظہ ہو۔

سنہ ۱۹۰۱ء ۹۲ ہزار

سنہ ۱۹۱۱ء ۲،۴۳،۰۰۰ لاکھ

سنہ ۱۹۲۱ء ۵۷۸،۶۷،۴ لاکھ

یعنی سنہ ۱۹۰۱ء اور سنہ ۱۹۱۱ء کے درمیان انہوں نے فیصدی ۴،۱۶۳ کی نسبت سے ترقی کی اور سنہ ۱۹۱۱ء اور سنہ ۱۹۲۱ء کے درمیان میں فیصدی ۱،۹۲ کی نسبت سے۔ اس کیفیت کے سامنے مسلمانوں کی ترقی کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی ہے۔

وہ مذہب اسلام جس کے تمام اصول نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے اور روشن عقل اور طبع کے موافق ہیں وہ اس طرح پس ماندہ ہوا جاتا ہے اور وہ مذاہب جنکے اصول وعقائد انتہائی درجہ کے لچر اور پوچ ہیں وہ اس طرح تیزی سے بڑھتے جا رہے ہیں۔

قابل غور یہ امر ہے کہ آخر وہ بات کیا ہے جس کی وجہ سے مسلمان اُلٹے پیر لوٹتے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کی پست خیالی، کم ہمتی، غفلت، نیند، جہالت وغیرہ دیکھکر دوسرے مذاہب کو بھی ہمت ہوئی کہ مسلمانوں پر ہجوم کیا جائے اور انکی منتشر بکریوں کو شکار کر لیا جائے۔ عیسائی مشنریوں نے ہندوستان اور بیرون ہندوستان میں مختلف قسم کے جال پھیلا دئے۔ نہ صرف مصر۔ شام۔ فلسطین۔ عراق۔ وغیرہ میں ہی ان کی مشنریاں کام کر رہی ہیں بلکہ ایران۔ ایشیائے کوچک وغیرہ ممالک اسلامیہ میں بھی بڑی کامیابی سے مسلمانوں کو فنا کر رہی ہیں۔ ہندوستان میں جس کوشش سے ہندوستانیوں کو عیسائی بنایا جاتا ہے وہ ذیل کے نقشہ سے معلوم ہو جائے گا۔

سنہ ۱۹۲۳ء کی رپورٹ کے اعداد وشمار ملاحظہ ہوں۔

مسیحی مشنریاں ۱۶۷

تبلیغی مراکز ۱،۲۴۰ ہزار

مبلغ ۷۲۱۸ ہزار

ٹریننگ کالج برائے تعلیم تبلیغ ۶۱

گرجاؤں کے پادری ۱۸،۷۷۹ ہزار

مذہبی اخبارات مختلف زبانوں میں ۹۹

پریس ۴۲

سنڈے اسکول ۸۲۰

ہائی اسکول ۶۱۰

کالج ۵۰

زراعتی اسکول ۹۰۸

صنعتی اسکول ۱۷۰

تعداد طلبہ ۰۰۰،۶۰،۱۰ لاکھ

اساتذہ ۴۴۰،۸۴ ہزار

ہسپتال ۴۰۸

ڈاکٹر اور نرسین ۱،۵۹۸

سنہ ۱۹۱۳ء میں تمام ہندوستان میں ۱۳۶ مشنریاں تھیں جن کی تفصیل حسب ذیل تھی

امریکہ اور کینیڈا کی تبلیغی جماعتیں ۱۴

آسٹریلیا " " ۸

انگریزی " " ۴۱

لنکا کی " " ۳

براعظم " " ۱۲

ہندوستان " " ۷

بین الاقوامی ۹

بلدی ۱۲

۱۳۶

سامحت کو کام میں لائیں گے فقط والسلام

ننگ اکابر
حسین احمد غفرلہ
۱۰ ر جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۷ھ